ظفر اقبال ایک منفرد غزل گو

ڈاکٹر سعادت سعید
پروفیسر ممتاز شعبہ اردو جی سی یونیورسٹی لاہور۔

Abstract

Ghazal is an old form of Persian and Urdu poetry. From Rodki to the latest Urdu Ghazal writer every poet tried his utmost to express himself in this form. Several poets throughout the literary history of Persian and Urdu poetry expressed their uniqueness in their Ghazals. From Meer to Zafar Iqbal many Urdu poets with their innovative approaches brought healthy changes as far as this form is concerned. Zafar iqabal with his absurd and sublime meaning patterns expressed in his Ghazals, always impresses his readers. They flying colours of his thousands of Ghazals through their strange attractions, have immense appeal for the readers of Urdu poetry. Zafar Iqbal claims that every Ghazal writer wants to improve his poetry by writing Ghazals. But in spite of that this form was not attracting the genuine readers. He accepted the challenge of bringing this form to its toe, by trying to explore the a few more possibilities of this form.

اظہار اور حسرت اظہار کا جدلیاتی تعلق کسی تخلیق کار کے باطنی سوتے خشک نہیں ہونے دیتا۔ اس تعلق کی کشاکش میں مبتلا شاعر یا دانشور ''ہل من مزید'' کا نعرہ مستانہ بلند کرتے ہوئے کار تخلیق میں مصروف رہتا ہے۔ اسے مغربی تنقید کے اس معیار سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ اجمال نویسی سے اعلیٰ تخلیق کے امکان پیدا ہوتے ہیں۔ اسی اعتبار سے وہاں کثرت نویسی کی زیادہ پذیرائی نہیں ہوتی۔ کثرت نویسی اگر اندرونی کشاکش کے نتیجے میں سامنے آتی ہے تو میر تقی میر اور نظیر اکبر آبادی جیسے شاعروں کو راہ ملتی ہے۔ ہمارے دور میں باطنی کشاکش کے نتیجے میں سامنے آنے والے کثرت نویس تخلیق کار ظفر اقبال ہیں کہ ان کے اردو کلام ہی کو لے لیجئے، اس پر مشتمل پانچ کلیات ''اب تک'' کے نام سے سامنے آچکے ہیں۔ ان میں ان کے تیس اردو شعری مجموعے شامل ہیں۔ ''آب رواں'' سے لے کر ''تجویز'' تک ان کے کلام کے سلاسل کا تواتر اس امر کا نقیب ہے کہ ان کی اندرونی کشاکش بام عروج پر ہے۔ ظفر اقبال نے ''پنڈ وکڑی'' کے نام سے جو پنجابی کلیات شائع کروایا ہے وہ اس بات کا غماز ہے کہ بسا اوقات لسانی حد

بندی کی وجہ سے، بہت کچھ فی بطن شاعر رہ جاتا ہے۔ اس حوالے سے انہوں نے اپنے تخلیقی میدان کو وسیع کیا ہے۔

ظفر اقبال اپنی تخلیقی زندگی کے آغاز ہی سے ادبی رسائل میں نقادوں کا پسندیدہ موضوع رہے ہیں۔ ان پر ہندوستان اور پاکستان کے کئی جریدوں میں مسلسل مباحث رقم ہوئے۔ اکادمی ادبیات پاکستان کے رسالے 'ادبیات' اسلام آباد ۲۰۰۶ء میں گوشۂ ظفر اقبال سے شائع ہوا۔ موقر جریدوں اور روزناموں میں ظفر اقبال کے کئی انٹرویو اور مضامین شائع ہوئے ہیں اور یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ ظفر اقبال نے سعودی عرب، امارات، آسٹریلیا، بھارت، انگلینڈ کے دورے بھی کیے اور اندرون ملک اور بیرون ملک کئی مشاعروں کی صدارتیں بھی کی ہیں۔ ظفر اقبال کے پانچ سو صفحات پر مشتمل ان کے تنقیدی مضامین کا مجموعہ بعنوان ''لاتنقید'' شائع ہو چکا ہے۔ ''حالانثر من بشنو'' بھی زیر طبع ہے۔

ظفر اقبال کے شعر و ادب پر احمد ندیم قاسمی، افتخار جالب، انتظار حسین، انیس ناگی، شمس الرحمٰن فاروقی، گوپی چند نارنگ، مظفر علی سید، وارث علوی، شمیم حنفی، اسلوب احمد انصاری، قاضی افضال حسین، قاضی جمال حسین، پروفیسر اعجاز عسکری۔، فہمیدہ ریاض، مشفق خواجہ، سعادت سعید، افتخار عارف، سمیع آہوجا، احمد ندیم قاسمی، عبدالرشید، گوہر نوشاہی، جاوید شاہین، ڈاکٹر ضیاء الحسن، نسیم عباس، ناصر عباس نیر اور کئی دوسرے نقادوں نے تفصیلی مضامین لکھے۔

جس عہد میں ظفر اقبال شاعری کی طرف مائل ہوئے اس عہد میں، میرا جی، راشد، فیض اور مجید امجد جیسے نظم گو شعرا کی گونج موجود تھی۔ انہوں نے اس سوال کے جواب میں کہ آپ نظم کی طرف کیوں نہیں گئے غزل کیوں اختیار کی؟ یہ کہا:

> کم و بیش ہر شاعر غزل کہہ کر اپنے ہاتھ سیدھے کرتا ہے۔ غزل کی حالت چوں کہ کافی پتلی تھی اس لیے میں نے اسے چیلنج سمجھ کر قبول کیا اور کم و بیش غزل ہی سے وابستہ رہا۔ اس میں جو بھی امکانات تھے انہیں ایکسپلور کرنے کی کوشش کی اور اس کا ساتھ ابھی تک نبھا رہا ہوں۔ میں نظم بھی لکھتا رہا ہوں جو سویرا، لیل و نہار، سات رنگ، کراچی اور دیگر رسائل میں شائع ہوتی رہی ہیں۔ ان نظموں کی بیاض افتخار جالب مرحوم مجھ سے یہ کہہ کر اپنے ساتھ کراچی لے گئے تھے کہ یہ آپ سے گم ہو جائے گی لیکن دلچسپ بات یہ ہوئی کہ وہ بیاض ان سے کہیں گم ہو گئی۔ ادھر ادھر جو نظمیں بکھری ہوئی ہیں انہیں یکجا کر کے شائع کرنے کی مہلت نہیں ملی۔ ٹی وی اور ریڈیو کے موضوعاتی مشاعروں کے لیے مرثیے، نعتیں اور حمدیں غزل کے پیرائے میں لکھتا رہا ہوں۔[۱]

ظفر اقبال کو قدرت کی طرف سے شاعری کا عطیہ ملا ہے۔ اوپر درج کیا جانے والا ان کا پہلا شعر ہی ان

کی شاعرانہ طبع کا غماز ہے۔

حسن رضوی نے روز نامہ 'جنگ' لاہور کے لیے ظفر اقبال کا ایک عمدہ انٹرویو لیا تھا۔ اس سوال کے جواب میں کہ ''رطب و یابس'' اور ''غبارِ آلود سمتوں کا سراغ'' آپ کے بعد کے مجموعے ہیں ان دونوں شعری مجموعوں میں سے آپ کس مجموعے کو گلافتاب یا آبِ رواں کے برابر کا سمجھتے ہیں؟'' ظفر اقبال نے کہا تھا: ''آبِ رواں جو میرا پہلا مجموعہ ہے اس میں میں نے تجدید کا ڈول ڈالا ہے۔ جب کہ گلافتاب لسانی تجربے پر مشتمل ہے۔ رطب و یابس بھی لسانی تجربہ ہے لیکن اور طرح کا۔ جب کہ غبارِ آلود سمتوں کا سراغ اِن تینوں سے مختلف ہے اور شاید اس شعر کی مثال بھی کہ

اِک آغازِ سفر ہے اے ظفر یہ پختہ کاری بھی
ابھی تو میں نے اپنی پختگی کو خام کرنا ہے ۲

ظفر اقبال کی تخلیقی سائیکی ہمہ وقت کارآمادہ ہے۔ ان کے اندر کا آتشکدہ ہنوز زندہ ہے اور امید ہے کہ وہ تخلیق کے اس نشاط کار سے وابستہ رہ کر وہ مزید کئی کارنامے سرانجام دیں گے۔

ظفر اقبال کی تمام تخلیقات جو بظاہر ان کی کثرت نمائیوں کی غماز ہیں فی الحقیقت ایک ہے وجود کی فکری، جذباتی، احساساتی اور مشاہداتی وحدت کا آئینہ ہیں۔ جزو میں کل کی تلاش ہو یا کل میں جزو کی، ظفر اقبال قارئین کو اپنی ذات کی ست رنگی دکھائے بغیر نہیں رہتے۔ ان کے خیالات و احساسات کا کلیڈ وسکوپ ان کی داخلی کشاکش کی روشنی سے جھلملاتا ہے۔ جز وقتی نقادوں کی واژگونی کی بدولت ظفر اقبال ہدف ملامت بھی بنے ہیں لیکن ادبی اور تخلیقی اسرار سے وابستہ کل وقتی خالق اس بات سے کماحقہ واقف ہیں کہ شعر و ادب میں تخصیصی زاویوں سے کی جانے والی سنگ باری نہ تو میراجی کو پریشان کر سکی نہ ہی ن۔م۔ راشد کا کچھ بگاڑ سکی اور نہ ہی نئی شاعری کے مویدین و متابعین کو ان کے کار فکر کشا سے باز رکھ سکی۔

ایسے میں ظفر اقبال ادبی بونوں کے جزیرے پر ایک دراز قد خالق کی صورت اپنی جگہ پر قائم و دائم اپنے منتخب کردہ ادبی و فکری سلاسل کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ظفر اقبال کے ذاتی اکتساب کی داد ضرور دی جانی چاہیئے کہ وہ بغیر کسی روایتی شعری استاد کے اپنے عروج کی اس منزل تک پہنچے ہیں۔ ان کا کہنا ہے:

''مزیداری کی بات ہے کہ نہ شاعری میں میرا کوئی استاد ہے اور نہ ہی شاگرد۔ میں کسی سے بھی متاثر نہ تھا، بلکہ میرا پہلا قطعہ فارسی زبان میں تھا۔ اس وقت میں ایف سی کالج میں پڑھتا تھا:

دل شکستہ سلام می گوید　　زار و خستہ سلام می گوید
دست و پائش بہ بستی و رفتی　　دست بستہ سلام می گوید

ایک خوبصورت دور تھا ہم عمر ساتھیوں کے ساتھ تبادلہ خیال ہوتا۔ ان کے شعر سنتے تھے اور انہیں اپنے شعر سناتے تھے۔'' ۳

ظفر اقبال کی عمر کا ابتدائی حصہ بہاول نگر میں گزرا۔ وہیں ان کی طبیعت کی موزونیت کے اسباب فراہم

ہوئے۔ظفر اقبال کی شاعری ان کے مجموعہ کلام ''آب رواں'' (۱۹۶۲ء) کی اشاعت سے قبل منٹگمری، اوکاڑہ اور لاہور کے قارئین سے داد وصول کر چکی تھی۔ میں جب گورنمنٹ ہائی سکول منٹگمری میں ۱۹۵۹ء میں ساتویں جماعت کا طالب علم تھا تو ہمارے اردو کے استاد نے ایک شعر یہ کہہ کر سنایا کہ یہ ہمارے دور کے ایک جدید غزل گو ظفر اقبال کا شعر ہے۔ وہ اوکاڑہ میں رہتے ہیں۔ شعر یہ تھا:

دھوپ ہے چھاؤں نہیں آنکھ کے صحرا میں کہیں
قافلہ دید کا آیا تو کہاں ٹھہرے گا

یہ شعر مجھے اسی وقت ازبر ہو گیا۔ بعد ازاں جب ۱۹۶۳ء میں میں اور میرے چند دوستوں نے مجید امجد کی صحبتوں میں بیٹھنا شروع کیا تو وہاں ان کے مجموعے ''آب رواں'' کا بھی تواتر سے تذکرہ ہوتا تھا۔ اور اس بات پر فخر کیا جاتا تھا کہ ظفر اقبال ڈسٹرکٹ منٹگمری سے تعلق رکھنے والے ایک عمدہ شاعر ہیں۔ ان دنوں ان محفلوں میں کبھی کبھار ظفر اقبال بھی آ جاتے۔ یہ دور منٹگمری کا ادبی اعتبار سے سنہری دور تھا کہ یہاں مجید امجد، الف۔ د۔ نسیم، حاجی بشیر احمد بشیر، گوہر ہوشیار پوری، ناصر شہزاد، مراتب اختر، جعفر شیرازی جیسے شاعر نوجوان تخلیق کاروں کی رہنمائی کے لیے موجود تھے۔ چنانچہ جب ''آب رواں'' شائع ہوئی تو اس کے مطالعے نے ظفر اقبال کی دید کے قافلے کو دل کی دھوپ چھاؤں میں جگہ دے دی۔ گورنمنٹ کالج لاہور کے قیام کے دوران ظفر اقبال کا کلام برصغیر کے عمدہ مجلّہ ''راوی'' میں شائع ہونا شروع ہوا۔

اظہر غوری نے درست لکھا ہے:

''ظفر اقبال جیسے افراد ہر زمانے میں پیدا ہوتے رہے ہیں، اِسی تسلسل میں وہ ہمارے عہد میں نہ صرف وارد ہوئے، بل کہ لسان العصر ٹھہرے۔ جس طرح تصوّف میں ہر زمانے یا علاقے کی ولایت ہوتی ہے، یا پھر بودھ مت میں دلائی لامہ۔ ہر شعبہ ہائے زِندگی میں ایک مخصوص غیبی نظام کے نتیجے میں اپنے منصب سے عہدہ برآ ہونے والے رجلِ رجائیت کی خود کار طریق پر تعیناتی ہو جاتی ہے، بعینہٖ تخلیقی فن اپنے تدریجی عمل کے دوران میں اپنے سربرآوردہ فن کار کا ازخود بندوبست رکھتا ہے۔ اردو دُنیا کے عہدِ موجود میں ظفر اقبال بھی اِسی نوع، مقام اور منصب کی لاثانی اور لافانی شخصیّت ہیں۔ گو اِس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ ایک بڑے فن کار کے لیے بہت اچھّے کردار کا حامل ہونا قطعی اضافی خوبی یا غیر ضروری ہے، کیوں کہ نیکی اور اوصافِ حمیدہ کے بل پر تخلیقی تاریخ کی جنت میں کوئی گوشہ کسی کے لیے مخصوص نہیں ہو سکتا، تاہم یہ درجہء بلند بلا تمیزِ نیک و بد فقط اعلیٰ و انفرادی تخلیقی ہنر، صلاحیت اور وصف رکھنے والے کے نصیب میں ہی ہو سکتا ہے۔ شاید ظفر اقبال اِس اِعتبار سے بھی اِمتیازی حیثیت کے حامل ہیں کہ وہ اپنی عملی زِندگی میں بھی نہایت ادبی، اخلاقی اور دیانت دارانہ طبع کے مالک ہیں، ورنہ گذشتہ ادوار کی طرح عہدِ حاضر میں بھی دیگر شعبہ ہائے زندگی کے مانند ہمارے درمیان ادیبوں اور فن کاروں کی اکثریت جلبِ زر، وقتی مفادات اور تعصّباتی

کمینگیوں کا شکار ہے اور کسی کی حق تلفی بھی ڈھٹائی اور بے حیائی سے کر کے اس کا جواز مہیّا کرنے کی خاطر یہ بھی کہہ دیتے ہیں، ''یار! بس بچّوں کی خاطر کرنا پڑتا ہے''۔ حتّٰی کہ بے اولاد فن کار بھی ایسے طامع عیال داروں سے قطعی مماثل پائے جاتے ہیں۔ دراصل کسی بھی عام آدمی کے مثل کسی فن کار کی شخصیّت میں عالی ظرفی اور اعلیٰ انسانی اقدار کی موجودگی ایک غنیمت بل کہ نعمتِ غیر مترقبہ کے مترادف ہے۔ میرے ذاتی تعلّق کے تجربے کا جائزہ یہ ہے کہ ظفر اقبال نہایت وضع دار، ملن سار، متواضع، شائستہ، نفیس اور ظریفانہ خصلت رکھتے ہیں۔

> ''انگارے'' نے اب تک جامع ترین ''ظفر اقبال نمبر'' شائع کر دیا۔ غالبًا دنیا بھر سے شائع ہونے والے ادبی جرائد میں سے کوئی بھی ایسا نہیں، جس نے ''ظفر اقبال نمبر'' طبع نہ کیا ہو، کم از کم ''خصوصی گوشہ'' تو ضرور چھپ چکا ہے، اور متواتر بیس یا زائد غزلیات با قاعدگی سے شامل ہوتی ہیں۔ ظفر اقبال کے اپنے لکھے ہوئے کالم اور مضامین روزانہ اور آئے روز اخبارات و رسائل کی زینت میں اضافے کا موجب ہیں۔ ان کے انٹرویوز کی تعداد کا اندازہ لگانا بھی کارِ آساں نہیں۔ ریکارڈ مرتّب کرنے کی خاطر ایک مکمّل ادارہ قائم کیا جانا ازبس ضروری ہے۔ جو ادیب فیس بک کے چوراہے پر شب و روز منہ کالا کرتے ہیں، بخوبی آگاہ ہیں کہ شاعری کا سب سے مقبول و ہنگامہ خیز موضوع ہی ''ظفر اقبال'' ہے۔ سبھی ادبی مراکز میں دو ہی معروف دبستان ہیں: ایک شیعانِ ظفر اقبال، دوسرا: کفارِ ظفر اقبال۔ حتّٰی کہ جو متشاعر بہ زعمِ خود سب سے بڑا شاعر کہتے ہیں، وہ بھی اپنی منافقت اور مخاصمت کے باوصف ظفر اقبال سے ہی اپنے بارے میں رائے بہ ہر صورت حاصل کرنے کے درپے رہتے ہیں۔ ۲۰۱۱ء میں بھارتی نژاد معروف شاعر شہریار اور مہتاب حیدر نقوی نے بہ عنوان ''بکھرنے کے نام پر'' ظفر اقبال کی غزلیات کا انتخاب دیوناگری رسم الخط میں بھارت سے شائع کیا، یوں میر تقی میر کے انتخابوں کی طرح ظفر اقبال کی شاعری کے انتخاب پر مبنی مجموعے مرتّب کرنے کا چلن سرعت سے عام ہو رہا ہے۔ یعنی عمر اور تخلیق کے تناظر میں ظفر اقبال نے گذشتہ نصف صدی کے دوران میں ہی جیتے جی وہ سبھی کچھ پا لیا ہے، کہ جس کے بارے ان کا مؤقّف تھا کہ ان کے مقام کا حقیقی تعیّن ان کے بعد اگلے پچاس برس میں ہوگا''۔[۴]
>
> شمس الرحمٰن فاروقی نے اپنے رسالے شب خون میں ظفر اقبال کی شاعری تواتر سے شائع کی۔ جس کے نتیجے میں ہندوستان میں بھی ان کی شاعری کے

چراغ جلے۔فاروقی صاحب نے خالد بہزاد ہاشمی کو نوائے وقت، لاہور ۲۰ مئی ۱۹۱۰ء کو انٹرویو دیتے ہوئے ایک سوال کے جواب میں کہا اس طرح: ''ظفر اقبال کو بھی بہت جگہ اور بہت سے نئے قاری ملے اور یوں دونوں جانب ان کا نام روشن ہوا''۔۵

اردو شعر و ادب کے درخشندہ ستارے ظفر اقبال کے عالمی سطح پر لاکھوں چاہنے والے موجود ہیں۔انہوں نے اپنی شاعری اور نثر کی سحر کاریوں سے اردو اور پنجابی ادب کی تاریخ میں اپنا نام سنہری حروف سے رقم کروایا ہے۔ناصر عباس نیر کہتے ہیں:

''ظفر اقبال کی شاعری،شاعری کی نئی شعریات وضع کرنے پر اکساتی ہے،اس بات سے قطع نظر کہ جدید اور مابعد جدید اردو غزل کے لیے اِس نئی شعریات کی کیا معنویت ہے،اہم بات یہ ہے کہ نئی شعریات کے بغیر ہم ظفر اقبال کی غزل کا مطالعہ کر ہی نہیں سکتے اور یہاں مقصود غزل کا ایسا مطالعہ ہے جو صِرف معانی کی سطحوں اور قسموں کو یا اسالیب کے تنوع ہی کی نشان دہی نہیں کرتا بل کہ اسالیب و معانی کے پورے نظام کو گرفت میں لیتا ہے اور ان تمام سوالات کے جوابات مہیّا کرتا ہے جو تجربہ پسند اور تنوّع شعار متنِ ظفر کے مطالعے سے عموماً پیدا ہوتے ہیں۔''۶

ظفر اقبال کی کھری اور سچی شاعری اور بے باک تنقید نے سنجیدہ قارئین اور دانشوروں کے ایک بڑے طبقے کو اپنا گرویدہ بنا رکھا ہے۔عصری شعری و ادبی جمالیات کی تخلیق میں انہوں بھرپور کردار ادا کیا ہے۔بقول حمیدہ شاہین:

''ظفر اقبال کے بنائے ہوئے ظروف کی قدر و قیمت کا تعیّن وقت اور نقّادوں پر چھوڑتے ہوئے،شاعری کے قارئین ان ظروف کی رنگارنگی اور ان کے نقش و نِگار کے انوکھے پن پر تحیر کا لطف اٹھا رہے ہیں۔دراصل قارئین کے لیے ہلکی ہلکی گدگدی جیسا وہ مزہ اہم ہے جو ظفر اقبال کی شاعری کو پڑھتے ہوئے اوّل تا آخر برقرار رہتا ہے۔آخر میں شاعری کے نہایت سنجیدہ قارئین کا ذِکر ضروری ہے جن پر شعر اپنے پورے اِمکانات کے ساتھ منکشف ہوتا ہے، جو شعر کی پرتیں کھولتے ہیں،اس کی درجہ بندی کرتے ہیں،اِس کی قدر و قیمت اور مقام کا تعیّن کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔''۷

حقیقت یہ ہے کہ ظفر اقبال کے ابھی تک سامنے آنے والے تیس اردو شعری مجموعوں (اب تک کی پانچ جلدیں: فی جلد چھ مجموعے)، پنڈ وکڑی (کلیات پنجابی شاعری)، لاتنقید جلد اول اور دیگر کئی کتب کی اشاعت سے

ان کے جدید ترین خیالات اور طرز اظہار کی وسیع سطحوں پر پذیرائی ممکن ہوئی ہے۔

تصنیف حیدر کہتے ہیں:

''ظفر اقبال کے بارے میں عام طور پر جن خیالات کا اظہار ہم اپنی گفتگوؤں، تحریروں اور مذاکروں میں کرتے ہیں، ان میں سے بہت سی ایسی باتیں ہیں جو خاصی نزاعی رہ چکی ہیں، نزاعی اس لیے ہیں کہ ظفر اقبال کی شخصیت ان کی شاعری ہی کی طرح بہت بڑے کینوس پر پھیلی ہوئی ہے، اور بہت سی باتیں اس لمبے عہد میں تردید، تشکیک اور تضاد کا شکار ہوئی ہیں۔ایک دفعہ ہمارے ایک دوست پراگ اگروال نے یہ قصہ سنایا تھا کہ محمد علوی کی جب انہوں نے ظفر اقبال سے فون پر بات کروائی تو باتوں باتوں میں دونوں کی ضعیفی کا ذکر بھی آیا، ظفر اقبال نے بتایا کہ اب انہوں نے لوگوں سے ملنا جلنا، پروگراموں میں جانا یا اسی طرح کی مصروفیات سے ہاتھ اٹھالیا ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ ان کے گھٹنوں میں بھی درد رہتا ہے اور وہ زیادہ چلنے پھرنے سے پرہیز کرتے ہیں۔علوی نے جواباً کہا کہ ارے یار! مجھے دیکھو، میں تو تم سے عمر میں بڑا ہوں، مگر ہٹا کٹا ہوں، لوگوں سے ملتا ملاتا بھی ہوں، تقریبات میں بھی جاتا ہوں، اس پر ظفر اقبال نے ہنستے ہوئے بس اتنا کہا کہ 'میں نے استعمال بھی تو اپنے آپ کو تم سے زیادہ کیا ہے۔' بات حالانکہ مذاق میں کہی گئی تھی مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ ظفر اقبال نے خود کو اپنے تمام معاصرین کے مقابلے میں سب سے زیادہ ادبی و شعری خدمات کے لیے وقف کیا ہے۔''۸

http://www.adbiduniya.com/2015/02/zafar-iqbal-10-questions.html

اردو زبان ہو یا پنجابی ظفر اقبال نے لسانی سطح پر اجتہاد کو اپنا وتیرہ بنا کر اس امر پر مہر تصدیق ثبت کی ہے کہ زبان سازی گرامر بازی سے ماوراہے اور اس کا حق شاعروں اور ادیبوں کو حاصل ہے۔ یوں روایت کے بطن سے نکلنے والے فکری اور لسانی زاویئے ہمہ وقت تغیر اور تبدیلی کی حالت میں رہ سکتے ہیں۔

ظفر اقبال کی خودنوشت ''درگذشت'' کے عنوان سے مکالمہ میں باقاعدگی سے شائع ہو رہی ہے۔اس میں وہ اپنے اولین مجموعہ کلام ''آب رواں'' کے بارے میں لکھتے ہیں:

''آب رواں میرے نزدیک اس وقت بھی اور آج بھی ایک طرح کی مشق سخن سے زیادہ کی حیثیت نہیں رکھتی۔بے شک ''آب رواں'' اس وقت جدید غزل

میں ایک اہم موڑ کی حیثیت رکھتی ہے اور اس کے بارے میں اکثریت کا دعویٰ بھی
یہی ہے، لیکن کیا میرا منتہائے مقصود جدید غزل کو ایک موڑ ہی مہیا کرنا تھا؟''۹

ظاہر ہے ایسا نہیں تھا۔ظفر اقبال کی منزل مقصود شاعری کی کایا کلپ تھی۔اس اعتبار سے ظفر اقبال کو ہر شعری مجموعہ شعری اظہار و بیان کے اعتبار سے پہلے سے مختلف نظر آتا ہے۔ ہر تخلیقی شاعر کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو دہرانے سے باز رہے۔ظفر اقبال نے یہ کام بخوبی کر دکھایا ہے۔

ظفر اقبال ''در گزشت'' قسط نمبر نو میں تجرباتی شعراء کے عنوان کے تحت رقمطراز ہیں:

''فی الحقیقت تجربہ کرنے والے شاعر کا پاؤں بھی دو کشتیوں میں ہوتا ہے۔وہ دلیری بھی دکھاتا ہے اور اندر سے ڈر بھی رہا ہوتا ہے، کیونکہ زبان کو توڑنا یا تبدیل کر دینا بجائے خود اس قدر دلیری کا کام ہے کہ بظاہر ایک شریف آدمی سے اس کی توقع ہی نہیں کی جا سکتی کیونکہ زبان ایک شخص کی تشکیل کردہ نہیں ہوتی، بلکہ ایک اجتماعی کوشش اور روانی کا نتیجہ ہوتی ہے۔''۱۰

اردو میں اصلاح زبان کے سلسلے جنوبی ہند، شمالی ہند کی ادبی تاریخ میں موجود رہے ہیں۔اس سلسلے میں شاہ گلشن کی اصلاح زبان کی تحریک سے لے کر وحید الدین سلیم پانی پتی تک (بحوالہ کتاب ''افادات سلیم'') وقتاً فوقتاً اصلاح زبان کی تمنا کے کئی سلسلے سامنے آتے رہے ہیں۔

نیاز مندان لاہور نے وسطی ہند کے اہل زبان کے روزمرہ اور محاورہ کے مطابق زبان لکھنے پر فخر کیا اور یوں جدید شعر و ادب کی تحریکیں بھی لسانی تقلید کے دائروں میں گرداں رہیں۔اس سلسلے کو نئی شاعری والوں نے بالائے طاق رکھا اور نظم و غزل میں نئی لسانی تشکیلات کو فروغ دیا۔افتخار جالب اور ان کے ساتھیوں نے لسانی تبدیلیوں کو اپنی تخلیقات کی بنیاد بنایا۔ظفر اقبال نے غزل کے لسانی سانچوں کی کایا کلپ کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ظفر اقبال نے اپنے لسانی اجتہاد کو بگٹٹ نہیں چھوڑا۔اس لیے ہمیشہ ان کے پیش نظر زبان کی نشو و نما اور ترقی کا سلسلہ رہا ہے۔

حواشی:

۱۔ انٹرویو، از انور سین رائے برائے بی بی سی، بحوالہ
https//:www......urduweb......org/mehfil/threads/

۲۔ اب تک، کلیات، جلد اول، غبار آلود سمتوں کا سراغ، ص ۴۸۳

۳۔ تصنیف حیدر، انٹرویو ظفر اقبال، شائع شدہ، ویب ادبی دنیا، ۱۵، فروری ۲۰۱۵ء

۴۔ عرض ناشر، اظہر غوری، کلیات، اب تک، جلد چہارم، لاہور، ملٹی میڈیا افیئرز، ۳۱۵۹۔۶۰

۵۔ رسالہ اردو ادب، دہلی، انجمن ترقی اردو ہند، شمارہ ۳۴۱، جلد ۶۱، جولائی تا ستمبر ۲۰۱۷ء، ص ۱۵۴

۶۔ ناصر عباس نیر،شعریات ظفر : چند باتیں جلد چہارم،ص ۲۳۶۱
۷۔ حمیدہ شاہین،انگارے،ظفر اقبال نمبر،مرتبہ سید عامر سہیل، ملتان، ۲۰۰۶ء،ص ۸۱
۸۔ تصنیف حیدر، انٹرویو ظفر اقبال،شائع شدہ، ویب ادبی دنیا، ۱۵،فروری ۲۰۱۵ء
۹۔ مکالمہ (کتابی سلسلہ ۳۱، اکادمی بازیافت کراچی) اپریل ۲۰۱۷ء،ص ۱۳۴
۱۰۔ ایضاً ص ۱۳۷

ماخذ:

۱۔ اظہر غوری، کلیات، اب تک،عرض ناشر،جلد چہارم، لاہور، ملٹی میڈیا افیئرز۔
۲۔ حمیدہ شاہین،انگارے،ظفر اقبال نمبر،مرتبہ سید عامر سہیل، ملتان، ۲۰۰۶ء۔
۳۔ ناصر عباس نیر،شعریات ظفر : چند باتیں جلد چہارم۔

☆☆☆☆☆